بنگال کے صوفیائے کرام

از: ڈاکٹر سید شاہد اقبال

بنگال: سلطنت دہلی کا ایک دور دراز علاقہ تصور کیا جاتا ہے۔ جنوبی ہندوستان کے ساحلی علاقے ''سراندیپ'' میں اسلام کی شمع سب سے پہلے روشن ہوئی۔ یہ عرب سوداگر ہی تھے جن کے ذریعے اسلام کا پیغام جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک انڈونیشیا اور ملیشیا تک پہنچا اور ان سوداگروں نے بنگال کے جنوبی ساحلی علاقوں تک اسلام کا پیغام پہنچادیا تھا، چنانچہ اس زمانے میں ایک عارف باللہ حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ (م، ۲۶۱ھ) نے چاٹگام (جنوبی بنگلہ دیش) میں قدم رنجہ فرمایا اور بندگان خدا کو اسلام کی دولت سے سرفراز فرمایا۔

بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت کی وجہ کیا ہے؟ یقیناً اسلامی حکومت کا نتیجہ نہیں کیونکہ اگر اس کی وجہ یہ ہوتی تو صوبہ جات متحدہ آگرہ، اودھ اور دہلی میں بھی جو صدیوں سے اسلامی حکومت کا مرکز رہے، مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوتی۔ بنگال میں جو مسلمانوں کی اکثریت ہے اس کا اسلامی فتوحات یا اسلامی حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں اسلام کی اشاعت مسلمان بادشاہوں کی تلوار سے نہیں ہوئی۔ بلکہ ان علماء اور صوفیائے کرام کے ہاتھوں ہوئی جن کی زندگی کا مقصد ہی تبلیغ اسلام تھا، ہندوستان میں صوفیائے کرام نے اسلام کی وہ خدمت انجام دی ہے جو بڑے بڑے جلیل القدر بادشاہوں سے بھی نہ بن پڑی۔ ہندوستان میں صوفیوں کے آستانوں کی اہمیت کسی بادشاہ کے دربار سے کم نہ تھی بلکہ بڑے بڑے بادشاہوں کے سر بھی ان کے آستانوں پر جھکے رہتے تھے۔

زیر نظر مقالہ میں بنگال (مشرقی بنگال (بنگلہ دیش اور مغربی بنگال) میں قدم رنجہ فرمانے والے چند اہم صوفیائے کرام کے مختصر احوال قلمبند کیے جارہے ہیں۔

(۱) حضرت علامہ اشرف الدین ابوتوامہؒ / سونار گاؤں (بنگلہ دیش)

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمدؒ کے استاد حضرت علامہ اشرف الدین ابوتوامہؒ بخارا کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے عراق گئے اور شاہ عراق کے حکم پر سلطان غیاث الدین بلبن کے دور حکومت (۱۲۲۸ء تا ۱۲۸۱ء) میں ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں رہائش پذیر ہو کر لوگوں کے درس وتدریس اور تربیت باطنی میں مشغول ہوئے۔ آپ کے علمی اور دین ودنیوی علوم سے واقفیت کا شہرہ پورے ملک میں ہوا۔

طالبان علم اور ارادتمندوں کا سیلاب اُمنڈ آیا۔ آپ کے مکان پر ہر وقت ہزاروں کا مجمع ہونے لگا۔ رجوع عام اور درباری علماء کی ریشہ دوانیوں اور حاسدوں کی سازشوں کے نتیجے میں سلطان دہلی کو خطرہ محسوس ہوا۔ دربار سے سیاسی مصلحت کی بنا پر بنگال چلے جانے کا حکم ہوا۔ آپ شاہی حکم کے مطابق مع اہل وعیال دہلی سے بنگال کے لئے روانہ ہوئے جب منیر شریف (ضلع پٹنہ / بہار) پہنچے تو شیخ احمد یحیٰ منیریؒ (والد حضرت مخدوم جہاںؒ) نے بڑی عقیدت اور احترام کے ساتھ استقبال کیا۔

حضرت ابوتوامہؒ نے چند دن منیر شریف میں قیام فرمایا پھر حضرت مخدوم جہاں کو ساتھ لیا اور بنگال کے سفر پر روانہ ہوئے۔

حضرت علامہ ابوتوامہؒ کے ۶۶۸ھ / ۱۲۷۰ء میں بنگال کے شہر سونار گاؤں میں جلوہ افروز ہوئے ایک خانقاہ اور مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور تاحیات ۷۰۰ھ / ۱۳۰۱ء درس وتدریس اور رشد وہدایت خلق پر مامور رہے۔ سونار گاؤں، مغلیہ دور حکومت سے قبل ایک بڑا اور تاریخی شہر تھا۔ اکثر یہ بنگال کے حکمرانوں کا پایہ تخت رہا ہے۔ آج بھی حضرت ابوتوامہ اور ان کے ورثاء کے مزارات مسجدوں اور خانقاہوں کے کھنڈرات اس شہر کی عظمت رفتہ ماضی کے شان وشکوہ اور تاریخی اہمیت کا پتہ دیتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی (سابق پروفیسر شیخ اسلامیات ڈھاکہ یونیورسٹی بنگلہ دیش بعد ہٗ ڈائریکٹر اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، اسلام آباد (پاکستان) کے ایک مقالہ بہ عنوان ''سنار

گاؤں کے مطابق یہ جگہ بنگلہ دیش میں نرائن گنج کے قریب واقع ہے۔ جس کو آج کل ''سرنا گرام کہاجاتا ہے۔ سنار گاؤں ۱۲۰۴ھ میں بنگال وبہار کے ساتھ محمد بن بختیار خلجی کے قبضے میں آیا۔ اس کی علمی اور ثقافتی عظمت اس وقت ختم ہوگئی جب بنگال کے آخری خود مختار حکمراں موسیٰ خاں کو شہنشاہ جہانگیر کے حکم سے اسلام خاں (گورنر بہار) نے شکست دی۔

حضرت علامہ ابوتوامہ کی کئی تصانیف کا پتہ چلتا ہے۔ جس میں ایک قلمی مثنوی بنام'' حق'' ہے جو ۱۵ ر جمادی الاول ۶۹۲ھ کو مکمل ہوئی تھی۔ یہ مثنوی ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ میں موجود ہے اور فہرست کتب میں اس کتاب کا نمبر ۵۴۸ ہے اس مثنوی میں ایک ۱۸۰ اسی اشعار اور دس باب ہیں۔

(۲)خواجہ بایزید بسطامی: کا چلہ ر چاٹگام (جنوبی بنگلہ دیش)

حضرت مخدوم شاہ شعیبؒ مناقب الاصفیا'' میں تحریر فرماتے ہیں۔'' حضرت معروف کرخیؒ جو سارے جہاں کے پیشوا ہیں۔ آپ ہی کے دسترخوان کے پروردہ حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ جو عارفوں کے سلطان ہیں اور آپ ہی کے گلستان کے خوشہ چین تھے۔ (ص، ۱۴۳)

مخدومنا مولانا اعلیٰ کمال دانشمند ابن تضعیف مصفی میں جو سیر مصطفیٰ میں ہے شیخ ابو طالب مکی صاحب تصنیف قوت القلوب کی ایک تصنیف کے حوالے سے طبقات صوفیہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پانچویں طبقہ میں خواجہ معروف کرخی زاہد تھے اور چھٹواں طبقہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پانچویں طبقہ میں خواجہ معروف کرخیؒ زاہد تھے اور چھٹے طبقہ میں خواجہ بایزید بسطامیؒ کا ۱۵ر شعبان ۱۲۶ھ تحریر کیا ہے۔

(جبکہ ولادت ۱۲۶ھ دوشہر بسطام ہے) اس طرح جب خواجہ بایزیدؒ حضرت معروف کرخی سے متاثر ہوئے تو بلا شبہ وہ حضرت امام علی رضاؒ کے زمانے میں تھے (ص ۱۴۸)

حضرت بایزید بسطامی جن کے مولئے مرتبت اور بلندی درجات شہرت ہے بر سہابرس آپ (حضرت صادقؒ) کی غلامی میں رہے اور ان کو جو مقام حاصل تھا وہ آپ ہی کی غلامی کی برکت سے

تھا۔ جیسا کہ خود بایزیدؒ کا قول ہے کہ میں چار سو پیروں کی خدمت میں رہا لیکن جب جعفر صادقؒ کی خدمات میں حاضر ہوا تب مسلمانوں کی دولت نصیب ہوئی۔ (ص۔ ۱۳۸)

ایک روز حضرت بایزیدؒ آپ کی (حضرت جعفر صادقؒ) کی خدمت حاضر تھے، آپ نے ان سے فرمایا کہ فلاں کتاب طاق پر سے لے آؤ بایزید نے پوچھا "طاق کہاں ہے؟" آپ نے فرمایا ایک مدت سے یہاں ہو اور یہ بھی نہیں جانتے کہ طاق کہاں ہے؟ اب تک طاق بھی نہیں دیکھا؟ بایزیدؒ نے کہا مجھے ان چیزوں سے کیا سروکار؟ مجھے آپ کے آگے سے اٹھانے کی مجال کہاں؟ میں ادھر ادھر دیکھنے کے لئے تو آیا نہیں؟ آپ نے یہ بات سنکر فرمایا جب ایسی بات ہے اور تمہارا یہ حال ہے تو اب بسطام چلے جاؤ تمہاری تکمیل ہوگئی۔ (ص۔ ۱۳۸)

حضرت جنید بغدادیؒ نے ان کے متعلق فرمایا کہ بایزیدؒ ہم میں اس طرح ہیں جیسے ملائکہ میں جبرئیل ہے۔

جنوبی بنگلہ دیش کے ساحلی شہر چاٹگام میں حضرت بایزید بسطامیؒ کا چلہ ہے مقامی روایت کے مطابق حضرت بایزید بسطامیؒ سمندری راستے سے بنگال کے جنوبی ساحل پر پہنچے تو انہوں نے اپنے لئے ایک چٹائی (جائے نماز) کی جگہ طلب کی تھی۔ اس وجہ سے اسے جاٹ + گاؤں = چاٹگاوں / چاٹ گرام / چاٹگام کہا جانے لگا۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے جنوبی بنگلہ دیش اور شمالی برما (صوبہ ارکان) کے علاقے میں تبلیغ دین کا کام کیا ایک وسیع حلقہ مشرف بہ اسلام ہوا۔

بنگال کی تاریخ تصوف میں حضرت بایزید بسطامیؒ کا نام اکثر آتا ہے جنوبی بنگلہ دیش کے ساحلی شہر چاٹگام سے پانچ میل کے فاصلے پر نصیر آباد" قصبہ واقع ہے وہاں ایک پہاڑی پر ان کا مزار ہے۔ دراصل یہ ایک مسجد بایزید کی چلہ کی جگہ ہے جسے مزار کی شکل دے دی گئی ہے) اس کے ساتھ ایک مسجد بھی ہے اس مزار پر زائرین ہجوم رہتا ہے۔

بنگال میں ورود مسعود سے متعلق مختلف کہانیاں ہیں۔ لیکن تحقیق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہے کہ نویں صدی عیسوی کے آخر میں چاٹگام کے قصبہ نصیر آباد میں تشریف لائے۔ نصیر آباد کی ایک پہاڑی پر قیام فرمایا اور یہیں آپ کی خانقاہ تھی۔ یہ مقام شہر چاٹگام سے پانچ میل دور جانب شمال واقع

ہے گھنے جنگلوں اور وحشت ناک فضاؤں میں گھرا تھا۔ یہاں وحشی جانوروں اور خطرناک درندوں کا بسیرا تھا۔ خبیثوں اور جنوں کا مسکن تھا۔ لیکن قوت ایمان رکھنے والے مومن ہر خطرناک قوت کا مقابلہ کر سکتے ہیں چنانچہ بلاخوف آپ اس ویران وسنسان پہاڑی پر ریاضت وعبادت میں مصروف رہے۔ کیسا اندھی کیسا طوفان ہر حال ہر موسم میں یہ چراغ جلتا رہا۔ یہ چراغ آج تک نصیر آباد (کی پہاڑی) پر آپ کے حضرت ہجرت میں آپ کی مستقل مزاجی، عزم راسخ اور خدا پرستی کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ وہ چراغ ہے جس سے دین وایمان کے کتنے ہی چراغ جلتے رہے اور کفر وشرک کی تاریکی دور ہوتی رہی۔ قلوب انسانی اور انوار محمدی اور تجلیات خداوندی سے منور ہوگئے۔

جس پہاڑی پر حضرت بایزید بسطامیؒ کا آستانہ اس کے دامن میں ایک تالاب ہے وضو کیلئے اس میں سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں ۔ اس تالاب میں بڑی مچھلیاں اچھلتی کودتی اور بڑے بڑے کچھوے چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ ان کچھوں کے بارے میں عجیب وغریب قصے اور کہانیاں مشہور ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ یہ کچھوے دراصل 'جن' تھے حضرت بایزید بسطامیؒ کو عبادت کے وقت ستایا کرتے تھے۔ ایک بار آپ اللہ سے یہ دعا ہوئے۔

''بارالہا! یہ جن 'تیری عبادت کے دوران مخل ہوتے ہیں ان سے نجات دلا' چنانچہ اللہ کے حکم سے یہ جن کچھوے بن گئے'' واللہ عالم بالصواب۔

زائرین ہزاروں ہزار کی تعداد میں روزانہ آتے ہیں ان کچھوے کو ''زک'' پہچانا منع ہے۔ زائرین انہیں 'پھری' (بھنا ہوا چاول) کھانے کے لئے دیتے ہیں۔

(۳) شیخ جلال الدین مجرد کیائیؒ / سلہٹ (بنگلہ دیش)

شیخ جلال الدین مجرد بزرگان دین میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں حضرت شیخ جلال الدینؒ نے ۱۳۰۳ء میں راجا جاگور گوبندی کی سرکوبی کے لئے ۳۱۳ مجاہدین کو لے کر سکندر غازی کے ساتھ سلہٹ پر حملہ کیا تھا۔ سلہٹ کی فتح کے بعد حضرت جلال الدینؒ اپنے ساتھیوں میں تمام ترفتوحات تقسیم کردی اور

ہر ایک کو شادی بیاہ کی اجازت دے دی اور خود بھی سہلٹ میں مستقل طور پر سکونت پزیر ہوئے۔

شیخ محمد اکرم نے آب کوثر میں ان کی تاریخ وفات ۲۰/ ذیقعدہ ۷۴۰ھ/ ۱۸ مئی ۱۳۴۰ء لکھی ہے۔ تاریخ وفات "شاہ جلال مجرد قطب بود کے جملے سے نکلتی ہے۔

ابن بطوطہ ۲۲-۱۳۱۱ء بنگال سے گذرا تو شاہ جلالؒ کی خدمت میں حاضر ہوا جب وہ ۱۳۴۷ء/ ۷۴۶ھ میں چین پہنچا تو اسے شاہ جلالؒ کی وفات کی خبر ملی شاہ جلالؒ کا انتقال ۷۴۵ھ/ ۱۳۴۴ء میں ظہر کی نماز کے آخری سجدے میں ہوا اس وقت آپ کی عمر ۱۵۰ برس کی تھی۔ اس سے سن پیدائش ۵۹۵ھ/ ۱۱۹۸ء قرار پاتی ہے۔

ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ وہ (شاہ جلالؒ مجرد کیانی) بدن کے ہلکے پھلکے تھے، قد لانبا تھا اور رخسار لگے ہوئے تھے، ایک غار پڑے میں یاد الٰہی میں مستغرق رہتے تھے اور چالیس سال سے برابر روزے رکھتے تھے دس دن میں ایک دفع افطار کرتے تھے، ان کے ہاتھ پر اس (پہاڑی) ملک کے اکثر باشندوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ اس ملک کے ہندو او مسلمان سب شیخ کی زیارت کو آتے ہیں اور ان کے لیے تحفے اور نذر لاتے ھیں۔ اس سے فقرا اور مساکین کھاتے ہیں اور شاہ جلال فقط اپنی گائے کے دودھ پر گذارہ کرتے ہیں۔ سلہٹ میں اب بھی لوگ شاہ جلالؒ کے گن گاتے ہیں شمال مشرقی بنگال اور سلہٹ میں اسلام کی اشاعت شاہ جلالؒ ہی کی مرہون منت ہے۔

تاریخ کی کتابوں میں سلہٹ کا اصل نام 'سری ہٹ' ملتا ہے۔ جو سری ہٹ' سے بنا ہے سلمان اسے ایک سرحدی مقام کی مناسبت سے "سرحد" یا "سل حد" (یعنی سرحدی پتھروں کے ستون) کہتے تھے۔ ایک کتبہ جو ڈھاکا میوزیم میں محفوظ ہے اس میں سہلٹ کے لئے "سرہٹ" استعمال ہوا ہے۔ سہلٹ نام کے سلسلے میں ایک روایت یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت شاہ جلالؒ نے 'سل (پتھر) کو سامنے سے ہٹ جانے کا حکم دیا تھا۔ اس وقت سے یہ مقام سلہٹ کے نام سے مشہور ہوا۔ اسے حضرت شاہ جلالؒ کے نام پر جلال آباد بھی کہا جاتا ہے۔ مسلمانوں کی آمد سے قبل سلہٹ آسام میں کامروپ کی سلطنت کا ایک حصہ تھا۔ مسلمانوں کی دور حکومت میں یہ کبھی آسام کبھی بنگال کا حصہ رہا ہے۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد یہ مشرقی بنگال کے حصہ میں آیا لیکن اس کا ایک سب ڈویژن کرین گنج " کاٹ لیا گیا۔ اب کریم گنج ریاست میگھالہ کا ایک ضلع ہے۔

قیام بنگالہ دیش کے بعد یہاں ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کیا گیا ہے اور اب ''شاہ جلال عربی یونی ورسٹی قائم کی گئی ہے۔ مذکورہ مدرسہ میں تقریباً پانچ ہزار طلبا تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

سلہٹ ایک صحت افزا پہاڑی مقام ہے۔ اس کے قریب سرماندی بہتی ہے یہاں چائے کے باغات ہیں۔ اناس اور کیلا کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔

شاہ جلالؒ نے اس زمانے میں دیکھا کہ سلہٹ کی مٹی خوش بو اور رنگ میں اس مٹی سے ملتی تھی جو آپ کے ماموں نے آپ کو دی تھی۔ آخر آپ نے اپنے رفقاء کے ساتھ (جو اس پر تیار تھے) سلہٹ میں آباد ہونے کا فیصلہ کیا۔

تیس سال تک شاہ جلالؒ کے ایک غار میں عبادت کی اس کے بعد آپ کے ماموں نے آپ کی ایک کرامت دیکھ کر ایک مٹھی خاک حضرت کے اندر سے لاکر دی اور فرمایا کہ اب تم دنیا کی سیاحت کرو۔ اور جس سرزمین کی مٹی اس مٹی کی طرح بو باس، رنگ اور ذائقہ رکھتی ہو، وہیں یہ مٹی ڈال دینا اور اسی جگہ اقامت اختیار کرلینا۔

چنانچہ حضرت شاہ جلالؒ اس ارادے سے روانہ ہوئے اور یمن کے ایک شہر ہاور دہلی ہوتے ہوئے جہاں آپ کی ملاقات حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء (پ: ۶۳۱ھ۔ م ۷۲۶ھ) سے ہوئی ہے اپنے رفقا درویشوں کے ساتھ سلہٹ پہنچے۔

سلہٹ میں قیام فرمانے کے بعد ۳۳سال شاہ جلالؒ مجرد حیات رہے اس مدت میں آپ کا ابتدائی زمانہ کچھ تو یہاں کے انتظامات کو درست کرنے میں گذرا باقی تمام وقت تبلیغ دین اور ارشاد وھدایت میں بسر ہوا۔

(۴) چہل غازی کی درگاہ / دیناج پور (شمالی بنگلہ دیش)

چہل غازی کی درگاہ در اصل چالیس نمازیوں کا مدفن ہے۔ ڈاکٹر وفا راشدی نے اپنے ایک مقالہ میں ''چہل نمازی'' کا تعارف کرایا ہے۔ انہوں نے ان نمازیوں کو'' شیخ کبار' کے لقب سے یاد کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ لوگ حضرت بختیار کاکیؒ (۵۴۹ھ۔ ۱۲۳۳ء) کے خلفاء میں سے تھے۔

جنہوں نے تبلیغ واشاعت کے لئے بنگال کا سفر اختیار کیا اور یہاں مستقل طور پر سکونت پذیر ہوئے۔

مذکورہ 'چہل غازی'' کی درگاہ شمالی بنگلہ دیش کے ضلعی صدر مقام دیناج پور سے چھ کیلومیٹر جانب شمال دیناج پور رنگ پور قومی شاہراہ پر واقع ہے۔ آج بھی سبھی گاڑیوں کے سوار اپنی اپنی گاڑیاں روک دیتے ہیں اور سلامی دروازے پر سلامی دینے کے بعد آگے بڑھتے ہیں۔

۱۹۶۰ء کے عرصے میں 'چہل غازی'' کی درگاہ کے قریب دیناج پور گورنمنٹ ڈگری کالج قائم کیا گیا تھا۔ اب یہ کالج بنگلہ دیش کا ایک اہم تعلیمی مرکز تصور کیا جاتا ہے۔

۱۹۵۰۔۵۱ میں لیاقت نہرو سمجھوتے کے بعد بڑی تعداد میں بہار سے ہجرت کرکے جانے والے مسلمانوں کو اس درگاہ کے قریب بسایا گیا تھا۔

ایک اہم واقعہ ۱۹۷۱ء کا ہے جب قیام بنگلہ دیش کی لڑائی جاری تھی اس وقت قوم پرست بنگالیوں کے ذریعہ غیر بنگالیوں کو ہلاک کیا جارہا تھا۔ جب بہاری مسلمانوں کا ایک گروہ ''چہل غازی کی درگاہ کے احاطے میں داخل ہوا، قوم پرست بنگالیوں کے ذریعہ ان پر چاروں طرف سے گولیاں چلائی جارہی تھیں لیکن تمام گولی دیوار سے واپس ہوجاتی تھی۔

مجھے زندہ بچ جانے والے ایک بزرگ نے بعد میں بتایا کہ تمام بہاری مسلمانوں نے ''چہل غازی'' کی درگاہ پر دعا کی ان لوگوں کو بشارت ہوئی کہ اللہ کا حکم نہیں ہے۔

بالآخر تمام بہاری مسلمان شہید کردیے گئے (رہے نام اللہ کا!)

(۵) شیخ تقی الدین سہروردی مہسویؒ رشالی دیناج پور (مغربی بنگال)

شیخ تقی الدین سہروردی ساتویں صدی ہجری میں مہسو شریف (دیناج پور) تشریف لائے اور یہیں سکونت اختیار فرمائی۔

آپ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ شیخ احمد دمشقیؒ کے مرید تھے۔ آپ جید عالم تھے۔ آپ نے امام غزالی کی مشہور کتاب '' احیاء العلوم'' کی شرح ''ملتقط احیاء العلوم'' تصنیف فرمائی۔

آپ کی وفات کا سال معلوم نہیں۔ آپ کا مزار مہسو شریف ضلع شمالی دینا پور (مغربی

بنگال) میں ہے جو بہار کے جودینار شہر سے تقریباً سوکلیومیٹر جنوب مشرق میں واقع ہے اور شمال دیناج پور کے ضلعی صدر مقام اسلام پور سے پانچ کلومیٹر مشرق میں واقع ہے۔

(٦) شیخ حسین غریب ڈھکر پوش رمھو شریف (شمالی دیناج پور) (مغربی بنگال)

شیخ حسین ڈھکر پوش حضرت علاؤ الحقؒ کے عظیم المرتبت خلفاء میں سے ہیں۔ اپنی تعلیم اور روحانی تربیت کے بعد شیخ حسین نے پور ینا کو مرکز بنا کر ترویج اسلام کا کام شروع کیا اور یہیں شیخ حسین نے ایک خانقاہ بھی تعمیر کی جس زمانے میں بنگال میں راجا گنیش کے مظالم بڑھ گئے تھے۔ اس نے آپ کے صاحبزادے شاہ حسین کو شہید کر دیا تھا۔ حضرت سید اشرف جہانگیرؒ کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے آپ کو ایک ہمدردانہ اور تعزیتی خط لکھا۔ آپ نے اس خط میں تحریر فرمایا۔

جو لوگ اللہ کے راستے پر چلتے ہیں ان کو بہت سی آفات ارض وسماوی کو سہنا پڑتا ہے، اور مختلف تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ سہروردیہ اور سابقہ صوفیاء کرام کے روحانی فیض سے بہت جلد یہ اسلامی قلمرو بد بخت کافروں سے آزاد ہو جائے گا۔ شاہی فوج یہاں سے روانہ کی جارہی ہے تاکہ وہ مسلمانوں کی مدد کر سکے اور جلد نتائج ظاہر ہوں۔

میرے مخدوم زادے جو کہ گلستان علائی اور خالد یہ خاندان کے ایک مہکتے ہوئے پھول ہیں میں انہیں اس درویش کی حمایت کا مکمل یقین دلاتا ہوں۔

حضرت سید شہاب الدین پیر جگجیتؒ (م۔ ٦٦٦ھ/ ١٢٥٦) کی تیسری صاحبزادی حضرت بی بی جی کا کوئی تھیں۔ جن کا مزار صوبہ بہار کے موضع کا کو (جہاں آباد) میں مرجع خلایق ہے اور جن کی بزرگی اور فیض سے زمانہ فیضیاب ہو رہا ہے۔ آپ کو شادی حضرت مخدوم مسلمان لنگر زمین کا کوئی بن شیخ عبد العزیز منیری بن حضرت امام محمد تاج فقیہؒ سے ہوئی۔ جن کے صاحبزادے مخدوم عطاء اللہ صاحبزادی بی بی کمال ثانی (ہم نام والدہ) اور نواسے شیخ حسین عزیب ڈھکر پوش (م۔ ۸۰۲ھ) اپنے وقت کے صاحب کشف و کرامت بزرگ شمار کیے جاتے ہیں۔

سفینہ تحریری ابو الحمد حضرت شاہ یتیم اللہ سفینہ بازی کی رو سے معلوم ہوا ہے کہ آپ کا مزار

مہسو شریف (شمالی دیناپور) میں حضرت خواجہ تقی الدین مہسوی کے مزار کے پائتی میں ہے۔ اور یہ بھی اطلاع ہے کہ آپ کے والد ماجد حضرت حسام الدین ہانس بنیادی کا مزار بھی وہیں ہے۔

(۷) شیخ اخی سراج الدین عثمان آئینۂ خدا''/ سعد اللہ پور (مالدہ) (مغربی بنگال)

آپ کا نام عثمان تھا۔ اجودھیا کے رہنے والے تھے۔ اس لئے آپ کو اودھی بھی کہاجاتا ہے۔ سلطان مشائخ حضرت محبوب الٰہی آپ کو'' اخی سراج الدین'' فرمایا کرتے تھے اور حضرت محبوب الٰہی نے یہ بھی اپنی زبان مبارک سے فرمایا تھا کہ'' این آئینہ ہندوستان است۔ اللہ کے فضل وکرم سے ایسا ہی ہوا۔ یہاں رشد وہدایت کے چراغ سے کوچہ کوچہ روشن فرمایا اور آپ کی ذات سے پورے ہندوستان کو ہدایت ملی۔ اس لیے آپ کو آئینہ ہند کہا جاتا ہے۔ آپ محبوب الٰہی کے دسویں خلیفہ تھے۔ حضرت محبوب الٰہی کے سبھی خلیفہ عالی مرتبہ تھے لیکن شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی اخی سراج الدین آئینہ ہند کی بات کچھ اور رہی تھی دونوں اکابرین سے کثیر تعداد میں لوگوں نے رشد وہدایت پائی۔ شیخ اخی الدین تمام ظاہر وباطنی کمالات سے مزین تھے، عشق ومحبت اور دونوں سماع میں بےنظیر تھے عین جوانی کی حالت میں آپ مرید ہوگئے تھے اور لکھنوی قدیم (بنگال) سے آکر سلطان مشائخ کے حلقہ بگوش ہوئے۔ آپ محبوب الٰہی کی خانقاہ میں رہتے تھے۔

آپ کے پاس کاغذ اور قلم دوات کے سوا کچھ نہ تھا۔ آپ جماعت خانہ کے ایک کونے میں پڑے رہتے تھے اور حضرت شیخ المشائخ کے علوم ظاہری وباطن سے مستفیض ہوتے رہتے تھے۔

جب آپ کو بنگال کی خلافت ملی اور آپ نے چاہا کہ آپ اپنے وطن کو جائیں تو حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوکر فرمایا کہ اس علاقے میں شیخ علاؤ الدین نام کے بڑے عالم وفاضل اور ذی جاہ بزرگ رہتے ہیں وہاں کس طرح رہ سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا فکر مت کرو؟ وہ تمہارا خادم ہوجائے گا اور یہی ہوا کہ اس علاقے میں سب سے پہلے جو شخص آپ کے مرید ہوئے وہ شیخ علاؤ الحق تھے۔ وہ صاحب کمال ہوکر خلافت سے مشرف ہوئے اور آپ کے جانشین وسجادہ ہوئے انکی بدولت آپ کے سلسلہ کا کافی فروغ ہوا اور شہرت ملی۔ جب آپ کے وصال کا دن قریب آیا تو

آپ نے لکھنوتی قدیم کے نواح میں جو آج کل موضع سعد اللہ پور ہے جو شہر مالدہ سے گیارہ کیلو میٹر دور ہے اپنا مدفن پسند فرمایا ۔ پہلے آپ نے وہاں سلطان المشائخ کے تبرکات وغیرہ جو ساتھ لائے تھے دن کرائے اور وصیت کی کہ مجھے ان تبرکات کے پائتی میں دن کیا جائے ۔ اسی وجہ سے آپ کا مزار قبلہ حاجات خلق بنا ہوا ہے۔ آپ کا وصال ۵۸۷ھ میں ہوا۔ حضرت مخدوم علاؤ الحق آپ کے مشہور ومعروف خلیفہ ہوئے جن سے آپ کے سلسلے کو خوب سربلندی حاصل ہوئی۔

(۸) مخدوم شیخ علاؤ الحق'' اینڈ شریف / مالدہ (مغربی بنال)

آپ کے والد بزرگوار کا نام عمر ابن اسعد لاہوری تھا۔ ''لطائف شرفی'' میں لکھا ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب حضرت خالد بن ولیدؓ سے ملتا ہے۔ آپ کا القاب علاؤ الحق گنج بنات (مٹھائی کا خزانہ) اور شیخ علاؤ الحق تل ہیں ۔ حضرت اخی سراج الدین عثمانؒ سے مزید ہونے سے قبل آپ علوم زاہد اور جاہ مترادف کی وجہ سے اپنے آپ کو گنجینہ بنات کہتے تھے ۔ یہ سن کر شیخ المشائخ حضرت محبوب الٰہی نے غصہ میں آکر اپنے زانوں پر ہاتھ مارا اور فرمایا: میرے پیر بھی اپنے گنج شکر کہتے تھے اور یہ بھی گنج نبات اس کی زبان کیوں نہیں جل جاتی؟ یہ کہنا تھا کہ ان کی زبان جل گئی اور وہ گونگے ہوگئے ۔ مدت کے بعد جب اخی سراج الدین سے آپ مرید ہوئے تو آپ میں قوت گویائی واپس آئی۔

حضرت شیخ اخی سراج الدین کے وصال کے بعد مسند شد وہدایت پر جلوہ افروز ہوئے اور آپ نے ایک جہاں ک وفیض یاب فرمایا۔ آپ کے کمالات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ محبوب یزدانی حضرت سلطان اشرف جہانگیر سمنانیؒ جیسے شاہ باز اور بلند پرواز بزرگ آپ کے مرید اور خلیفہ ہوئے۔ آپ کی خانقاہ کے اخراجات اتنے تھے کہ ایک بڑی حکومت بھی اسے برداشت نہیں کرسکتی تھی مگر آپ کا کشف تھا کہ آپ خود ان اخراجات کو پورا کرتے تھے۔

آپ کے کشف وکرامات بے شمار ہیں ہزاروں بندگان خدا نے آپ کے دست مبارک پر بیعت حاصل کی اور کتنے تصرفات دیکھ کر اللہ کے دین میں شامل ہوگئے۔

(۹) مولانا کرامت علی جونپوریؒ

مولانا کرامت علی کا مولد ومسکن شہر جون پور کا مشہور محلّہ ''ملاٹولہ'' ہے۔ جہاں اور بھی مولانا کے خاندان کے لوگ موجود ہیں ۔مولانا کی ولادت ۸ رمحرم الحرام ۱۲۱۵ھ کو ہوئی مولانا نے سماعت قرآن پاک کی سند بھی مولانا احمد اللہ اناوی سے لی تھی۔''مشاہیر جون پور میں شاہ عبد العزیز اور شاہ اسمٰعیل شہید سے بھی ان کے علمی استفادہ کا ذکر ملتا ہے۔

مولانا کو فقیہ کے مسائل حد سے زیادہ یاد تھے سبع کے قاری تھے۔قرآن مجید انتہائی خوالحانی اور فطری درد وسوز کے ساتھ بڑھتے تھے۔ جب حج وعمرہ کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لیے گئے تو وہاں کے قاریوں سے بھی مشتق کی تھی۔

حضرت سید احمد شہید کی یہ روشن کرامت تھی کہ مولانا کرامت علی جون پوری کو ان کے شوق جہاد کے باوجود بنگال روانہ کردیا تھا مولانا کرامت علی نے ۷۵رسال کی عمر پائی جس میں تقریبا ۵۱ سال بنگال اور آسام اور ان کے قرب وجوار میں دعوت وتبلیغ کا کام کرتے ہوئے گزارے بنگال میں لاکھوں آدمی مولانا کے حلقہ ارادت میں داخل ہیں کوئی شہر اور کوئی بستی باقی نہ ہوگی جہاں مولانا کے ارادتمند فیضیافتہ موجود نہ ہوں۔ عرض کہ اس دیار ان کی برکت سے اسلام کی خوب اشاعت ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ مولانا کے ہاتھ پر تقریبا ایک کڑور آدمیوں نے اسلام قبول کیا ۔ سچ تو یہ ہے کہ مشرقی بنگال کو مسلم بنگال بنائے ہیں مولانا کی کوششوں کا بڑا دخل ہے۔

مولانا نے یہ مبارک کام کرتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کی یعنی ۳رربیع الاول ۱۲۹۰ھ بروز منگل بنگلہ دیش کے ضلع رنگ پور شہر میں مولانا کی وفات ہوئی صاحب مشاہیر جون پور سید نورالدین نے ان کی تاریخ وفات ''بروررحمت ساطع النورباد'' لکھی ہے۔ دوسری تاریخ وفات ''جناب کرامت علی مفتی' سے نکلتی ہے۔

مولانا کا مزار رنگ پور شہر کے محلّہ منشی پاڑہ میں واقع ہے۔ اس مزار سے مسجد اور گنبد تعمیر کردیا گیا ہے۔

☆☆☆☆☆